© rasailojaraid.com

تعارفِ کتب

ISLAM AND THE ARABS گزشتہ دس سالوں میں اسلام اور دنیائے اسلام کو سمجھنے کے لیے غیر مسلموں نے جس قدر علمی کاوشیں کی ہیں اُن میں یہ کتاب ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ اس کے مصنف پروفیسر ROM LANDAU مراکش کے سیاسی اور معاشرتی حالات کے ایک بہت بڑے مبصر خیال کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے مراکش کے بارے میں بہت سی اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں جن میں دعوتِ مراکش، حُسن مراکش اور فرمانروائے مراکش خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

فاضل مصنف اس وقت سان فرانسسکو کے ایک کالج میں اسلامی علوم کے استاد ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب کو انگلستان کے مشہور و معروف اشاعتی ادارے جارج ایلن نے اپنی روایات کے مطابق نہایت اونچے طباعتی معیار کے ساتھ شائع کیا ہے۔ کتاب کی قیمت تیس شلنگ ہے۔

اس تالیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مراکش کے ساتھ ایک گہرے تعلق اور رابطہ ہی نے مصنف کے اندر اسلام اور دنیائے اسلام کو سمجھنے کی خواہش پیدا کی اور انہوں نے نہ صرف ان کا مطالعہ کیا بلکہ اپنے حاصل مطالعہ کو اس کتاب کی صورت میں مدوّن بھی کیا۔ اسی موضوع پر اُن کی چار دوسری تصنیفات بھی موجود ہیں جن میں تلاشِ حق، اسلامِ عہدِ حاضر میں (بہ اشتراک پروفیسر آربری)، فرانس اور عرب، عربوں کا تہذیب میں حصّہ: اہلِ علم سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

پروفیسر صاحب کی اس عرق ریزی کو دیکھ کر جو انہوں نے اسلام اور مسلم ممالک کو سمجھنے سمجھانے میں صرف کی ہے، یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس کا محرک کیا ہے۔ اس کا جواب انہوں نے خود ہی مندرجۂ ذیل الفاظ میں دے دیا ہے:

"مغربی اہلِ علم نے اسلام اور دنیائے اسلام کے ساتھ کبھی بھی فیاضانہ برتاؤ نہیں کیا لیکن آج اس چیز کی اشد ضرورت ہے۔ اخبار و رسائل پر سرسری نگاہ ڈالنے والا بھی اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہیں صفحات میں صاحبِ موصوف نے اسلامی فلسفہ کے متعلق بھی ایک نہایت ہی صحیح بات کہی ہے:

"یہ کہنا قطعاً بے جا نہ ہو گا کہ اسلام فلسفہ سے بالکل بے نیاز ہو سکتا ہے۔ وہ دین جس کا مرکز و محور توحید باری تعالیٰ ہو، جس کی بنیاد حقیقت پسندی پر رکھی گئی ہو اور جو اپنے کلیت پسند مزاج کی وجہ سے زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ وہ حیاتِ انسانی کے بہت سے اعتقادی اور عملی مسائل کا حل تو پیش کرتا ہے مگر اس میں فلسفیانہ موشگافیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے زندگی کے اسرار و رموز کو نہایت سادہ اور واضح انداز میں سمجھایا ہے۔ اسلام عیسائیت سے اس معاملے میں بہت آگے ہے اور ایشیا کے دوسرے مذاہب پر بھی اسلام اس باب میں بہت زیادہ فوقیت اور برتری رکھتا ہے۔"

مسلمان حکماء کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ہے:

"مسلمان فلسفی قریب قریب انہی مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہے جنہوں نے مغربی مفکرین کو آج تک پریشان کر رکھا ہے مثلاً ایک مکمل اور اکمل ذات نے ایک ناقص دنیا کیونکر پیدا کی ہے، کثرت میں وحدت کس طرح جلوہ گر ہوتی ہے، کیا انسان خود مختار ہے یا اس کی تقدیر روزِ ازل سے لکھی جا چکی ہے۔ خدا اگر خیر کا سرچشمہ ہے تو پھر اس دنیا میں شر کیوں موجود ہے۔ مسلمان فلاسفہ نے ان مسائل کو اگرچہ عقلی استدلال کے ذریعہ حل کیا ہے مگر انہوں نے کبھی بھی مذہب کو اپنی خرد کا غلام نہیں بنایا بلکہ اپنی عقل کو ہمیشہ مذہب کے تابع رکھا . . . . . ان کے افکار و نظریات نے عیسائی علم الکلام اور مغربی فلسفہ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں اگر یہ کہا جائے کہ عیسائی فلسفہ کو اس معراج تک پہنچانے میں جس پر کہ وہ اس وقت ہے، فارابی، ابنِ سینا، غزالیؒ اور ابن رشد کا بہت زیادہ دخل ہے۔"

پروفیسر صاحب کو اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے کلاسیکی سکون آفرینی کے نظریہ کی جگہ حرکت اور حرارت کے اصول کو زندگی کا رہبر بنایا اور اس طرح جدید سائنس کی بنا ڈالی۔ اس باب میں جو باتیں انہوں نے فرمائی ہیں وہ فکر انگیز ہونے کی وجہ سے گہری توجہ کی محتاج ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہیں صفحات میں صاحب موصوف نے اسلامی فلسفہ کے متعلق بھی ایک نہایت ہی صحیح بات کہی ہے:

"یہ کہنا قطعاً بے جا نہ ہوگا کہ اسلام فلسفہ سے بالکل بے نیاز ہو سکتا ہے۔ وہ دین جس کا مرکز و محور توحید باری تعالیٰ ہو، جس کی بنیاد حقیقت پسندی پر رکھی گئی ہو اور جو اپنے کلیت پسند مزاج کی وجہ سے زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کیے ہوئے ہو۔ وہ حیاتِ انسانی کے بہت سے اعتقادی اور عملی مسائل کا حل تو پیش کرتا ہے مگر اس میں فلسفیانہ موشگافیوں کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے زندگی کے اسرار و رموز کو نہایت سادہ اور واضح انداز میں سمجھایا ہے۔ اسلام عیسائیت سے اس معاملے میں بہت آگے ہے اور ایشیا کے دوسرے مذاہب پر بھی اسلام اس باب میں بہت زیادہ فوقیت اور برتری رکھتا ہے۔"

مسلمان حکماء کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فاضل مصنف رقمطراز ہے:

"مسلمان فلسفی قریب قریب انہی مسائل کو حل کرنے میں مصروف رہے جنہوں نے مغربی مفکرین کو آج تک پریشان کر رکھا ہے مثلاً ایک مکمل اور اکمل ذات نے ایک ناقص دنیا کیونکر پیدا کی ہے کثرت میں وحدت کس طرح جلوہ گر ہوتی ہے، کیا انسان خود مختار ہے یا اُس کی تقدیر روزِ ازل سے لکھی جا چکی ہے۔ خدا اگر خیر کا سرچشمہ ہے تو پھر اس دنیا میں شر کیوں موجود ہے۔ مسلمان فلاسفر نے ان مسائل کو اگرچہ عقلی استدلال کے ذریعہ حل کیا ہے مگر انہوں نے کبھی بھی مذہب کو اپنی خرد کا غلام نہیں بنایا بلکہ اپنی عقل کو ہمیشہ مذہب کے تابع رکھا...... ان کے افکار و نظریات نے عیسائی علم الکلام اور مغربی فلسفہ پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس میں قطعاً کوئی مبالغہ نہیں اگر یہ کہا جائے کہ عیسائی فلسفہ کو اس معراج تک پہنچانے میں جس پر کہ وہ اس وقت ہے، فارابی، ابنِ سینا، غزالیؒ اور ابن رشد کا بہت زیادہ دخل ہے۔"

پروفیسر صاحب کو اس امر کا بھی اعتراف ہے کہ مسلمانوں نے کلاسیکی سکون آفرینی کے نظریہ کی جگہ حرکت اور حرارت کے اصول کو زندگی کا رہبر بنایا اور اس طرح جدید سائنس کی بنا ڈالی۔ اس باب میں جو باتیں انہوں نے فرمائی ہیں وہ فکر انگیز ہونے کی وجہ سے گہری توجہ کی محتاج ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت کو بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تسلیم کیا ہے کہ مسلمانوں نے علمِ طب کو ترقی کے آخری زینہ تک پہنچایا۔ ہسپتالوں کا قیام انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ بغداد میں پہلا ہسپتال نویں صدی میں خلیفہ ہارون الرشید کے وقت میں قائم ہوا اور دو صدیوں کے اندر ان کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہوگیا۔ ان ہسپتالوں کے ساتھ طب کی تعلیم کے لیے مدارس بھی موجود ہوتے تھے جہاں سے ہر سال اطبا کی نئی کھیپ تیار ہوتی۔ اسی سلسلہ میں فاضل مصنف فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس اس امر کو ماننے کے لیے کافی وجوہ ہیں کہ اہلِ یورپ کے اندر صلیبی جنگوں میں جو ہسپتالوں کے قیام کا احساس پیدا ہوا، اس کے محرک عرب ہی تھے۔ اس وقت تک دمشق اور قاہرہ میں بڑے بڑے ہسپتال معرضِ وجود میں آچکے تھے۔ پیرس میں پہلا ہسپتال لوئی نہم نے صلیبی جنگوں سے واپس آکر قائم کیا۔ عرب اطبا عیسائی ڈاکٹروں کو کچھ بہت زیادہ قدر و منزلت کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ بلکہ اپنے رسائل میں ان لوگوں کی جہالت اور نافہمی کا اکثر اوقات مذاق اڑاتے۔ زوال روما کے بعد یورپ کی تاریکی میں جب علم کی پہلی کرن نمودار ہوئی تو مغربی علما عربی علوم اور عرب علما اور فضلا کی تصنیفات پر ٹوٹ پڑے۔ انہوں نے لاطینی زبان میں ان کے ترجمے کیے۔ یورپ کی مختلف یونیورسٹیوں میں بطورِ نصاب انہیں شامل کیا گیا۔

فاضل مصنف نے حضور سرورِ کائنات کے بارے میں اپنے عیسائی بندوں کی پھیلائی ہوئی بہت سی غلط فہمیوں کی بھی تردید کی ہے۔ اس سلسلہ میں اُن کے یہ الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک نہایت مشکل مگر مہتم بالشان کام تھا۔ وہ کام جس کو کوئی کاذب (جیسا کہ بعض مغربی مصنفین نے دعویٰ کیا ہے) پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ ان لوگوں کا یہ الزام کہ حضور پر جن اوقات میں وحی نازل ہوتی تھی ان میں درحقیقت انہیں مرگی کا دورہ پڑتا تھا، معاذ اللہ بالکل لغو اور بے بنیاد ہے۔ اس مرض کے حملے کے وقت آخر کس طرح ایسے مربوط اور فکر انگیز افکار زبان سے نکل سکتے ہیں جو ہمیں قرآن مجید میں ملتے ہیں۔ اُس بے مثال خلوص سے جس سے حضورؐ نے اپنا کام شروع کیا، اس مکمل اعتماد سے جو اُن کے ماننے والے اُن پر رکھتے تھے اور صدیوں کی گواہی سے اس باطل خیال کی تردید ہوتی ہے۔ کسی ذہین سے ذہین کاذب کی مذہبی فریب کاریاں اتنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیر تک کبھی نہیں چل سکتیں۔ اسلام نہ صرف تیرہ سو سال سے زندہ چلا آرہا ہے بلکہ اس کے پیروؤں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ تاریخ میں کسی ایسے مفتری کی کوئی مثال نہیں ملتی جس کی دروغ گوئیوں سے دنیا کی عظیم الشان سلطنتیں قائم ہوئی ہوں اور بہترین تہذیبوں نے جنم لیا ہو۔"

پروفیسر صاحب نے اپنی اس تالیف میں اسلام کے مزاج کا ذکر کرتے ہوئے بالکل درست کہا ہے کہ اسلام حیاتِ انسانی کے سارے شعبوں کے لیے واضح ہدایت دیتا ہے۔ اس دین میں رہبانیت نہیں

"اسلام ایک اجتماعی دین ہے جس میں ملت کا مفاد دوسرے سب مفادات پر غالب ہے۔"

لیکن اسی نقطۂ نظر میں فاضل مصنف نے ایک زبردست ٹھوکر بھی کھائی ہے۔ اسلام اگرچہ زندگی کے سارے گوشوں کا احاطہ کرتا ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ہاں فرد کی کوئی حیثیت ہی نہیں اور وہ اجتماعیت کے سیلِ بے پناہ میں محض ایک قطرہ ہے۔ فرد کی شخصیت کا ارتقاء اور اس کی ذات کی تکمیل ہی دینِ حق کا مطلوب و مقصود ہے۔ دین کا مخاطب فرد ہے۔ خدا کی عبدیت اور اطاعت کی طرف فرد ہی کو دعوت دی گئی ہے۔ حقوق اور فرائض فرد ہی پر عائد کیے گئے ہیں۔ امر و نہی کے احکام فرد کو ہی دیئے گئے ہیں۔ الغرض اسلام کے فکر و عمل میں فرد ہی وہ اصل اکائی ہے جس کو ابتدا میں عامل کی حیثیت سے اور انتہا میں نتیجۂ عمل پانے والے کی حیثیت سے بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ لیکن چونکہ انسان کی ترقی کا راستہ اجتماعی زندگی سے ہی ہو کر گزرتا ہے اور فرد کی تکمیلِ ذات اجتماعی زندگی کے اندر ہی ہو سکتی ہے، اس بنا پر اسلام نے حیاتِ اجتماعی کے لیے بھی اصول دیئے ہیں۔

اس کے علاوہ کتاب میں اور بھی بہت سی فکری لغزشیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثلاً یہ سمجھنا کہ عرب کے لق و دق ریگزاروں نے خدا کی قہاری اور جباری کا تصور پیدا کیا بالکل غلط ہے۔ مصنف کا خیال ہے کہ اسلام نے اللہ کی جو صفات بیان کی ہیں ان میں قہر رحم پر غالب ہے۔ قرآن مجید کی پہلی صورت ہی اس بات کی تردید کرتی ہے۔

پھر پروفیسر صاحب کی یہ بات بھی ہم سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف تو وہ وحی اور الہام کے قائل ہیں اور دوسری طرف الہامیات کو جغرافیائی ماحول کا مظہر خیال کرتے ہیں۔ وحی الٰہی نہ تو انسان کی کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داخلی کیفیت کا اظہار ہوتی ہے اور نہ ہی جغرافیائی حالات کی کرشمہ سازی۔ وہ خدا کا وہ پیغام ہے جو خالقِ کائنات پوری حفاظت کے ساتھ اپنے پیغمبر پر نازل فرماتا ہے۔ اس میں کسی بشر کے اپنے ذاتی احساسات یا خارجی اثرات کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہوتا۔

ان فروگزاشتوں کے باوجود کتاب میں بہت سی مفید باتیں بھی ملتی ہیں اور انہیں دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف سے اگرچہ بہت سی کوتاہیاں بھی ہوئی ہیں مگر ان کی نیت بخیر ہے اور اہلِ مغرب کو دنیائے اسلام سے متعارف کرانے کے معاملے میں وہ بہت حد تک مخلص ہیں۔

اشارات (صفحہ ۶۴ سے آگے)

وَاِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ (الغاشیہ)

آسمان کس طرح بلند کیا گیا ہے۔ پہاڑ کیسے جمائے گئے ہیں فرشِ زمین کیسے بچھایا گیا ہے۔

صانعِ حقیقی کی ہر شے اپنے حسنِ تخلیق اور حسنِ ترتیب سے خالق کے وجود کی گواہی دیتی ہے۔ اُس کی صنعت گری کے معمولی سے معمولی نمونے اور اُس کی تخلیق کے بڑے سے بڑے شاہکار سب درسِ معرفت دیتے ہیں اور اس حقیقت کی غمازی کر رہے ہیں کہ کائنات کا یہ حیرت انگیز کارخانہ ایک ترتیب اور قاعدہ سے برابر چل رہا ہے۔ اور تمام نظامات ایک ہی اصول پر حرکت کر رہے ہیں کیا مجال کہ اس کارخانہ کی کوئی چیز اپنی حد سے تجاوز کرے۔ اس کی صنعت ہر عیب سے پاک اور اس کا نظام ہر ستم سے خالی ہے۔

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ۔ (۶۷-۱)

کیا تو رحمٰن کی تخلیق میں کوئی معمولی سے معمولی فرق بھی دیکھتا ہے؟ پھر نگاہ کر کیا کوئی رخنہ دکھائی پڑتا ہے۔ پھر دہرا کر دوبارہ نظر کر، تیری نگاہ رد ہو کر تھک کر واپس پلٹ آئے گی۔ (مگر کوئی نقص نہ پا سکے گی)

© rasailojaraid.com